مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی (لندن)

امیر المؤمنین خلیفۂ راشد سیدنا معاویہ اور حضراتِ حسنین رضی اللہ عنہم

حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے اختلافات کی بدولت حضرت معاویہؓ کے بارے میں کسی کی کچھ بھی رائے ہو مگر ایک بات سے انکار کسی انصاف پسند کے لئے ممکن نہیں ہے کہ انکے اندر عرب سرداری کی اعلیٰ ترین خصوصیات تھیں۔ ایک طرف وہ اپنے زمانے کی عرب (ا) دنیا کے پانچ دور اندیشوں اور دیدہ وروں (دہاۃ عرب) میں سے ایک مانے جاتے تھے۔ اور انہوں نے ثابت کر دیا کہ ان پانچ میں وہ سب سے بڑھ کر تھے۔ دوسری طرف سخاوت اور حلم کے بادشاہ، داد و دہش میں ہاتھ نہیں رُکتا تھا اور بُردباری کی انتہا نہیں تھی۔ چنانچہ حضرت معاویہؓ کی ان صفات نے تفرقے کی خلیجوں کو پاٹنے اور اس زمانے کی تلخ یادوں کو بھلانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ ان کا بیس سالہ دور حکومت (۴۱ھ تا ۶۰ھ) بڑے امن عافیت اور مسلمانوں کی یک جہتی کے ساتھ گزر گیا۔ اور مسلمان آپس کی جنگ سے چھٹی پا کر اُن محاذوں کی طرف واپس چلے گئے جہاں وہ دشمنانِ اسلام کے ساتھ مصروفِ جنگ ہوتے اور نئی نئی فتوحات حاصل کرتے تھے۔ ابنِ کثیر نے اپنی تاریخ میں لکھا:-

"خلافت عمری اور خلافت عثمانی میں حضرت معاویہؓ کے ہاتھوں شامی محاذ پر جہاد اور فتوحات کا جو شاندار سلسلہ چلتا رہا تھا وہ اس وقت بالکل رُک گیا جب اُن کے اور حضرت علیؓ کے درمیان معرکوں کا دور چلا۔ ان دنوں میں نہ ان کے ہاتھ پر کوئی نئی فتح ہوئی نہ اُن کے ہاتھ پر ------- حتیٰ کہ حضرت حسنؓ کے ساتھ صلح ہوئی اور حضرت معاویہؓ کی خلافت پر جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے ۴۱ھ میں پوری اسلامی دنیا نے اتفاق کر لیا۔ اُس وقت سے لے کر اپنے سنِ وفات (۶۰ھ) تک وہ بے غل و غش حکمراں رہے۔ اس شان کے ساتھ کہ دشمن کی سرزمین پر جہاد ہو رہا ہے۔ حق کا پرچم بلند ہے۔ چاروں طرف سے مالِ غنیمت آ رہا ہے اور مسلمان اُن کے ساتھ آرام، انصاف اور عفو و درگزر کی فضا میں رہ رہے ہیں"۔ ۲ہ

شیعہ علماء و مصنفین پر افسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے معاویہؓ دشمنی میں حضرت معاویہؓ کی مسلمہ صفات، حلم، سخاوت و سماحت اور اُن پر مبنی تاریخی حقائق کو بھی جھٹلانے کی مقدور بھر کوشش کی ہے۔ یہاں تک کہہ دیا کہ انہوں نے تو وعدے بھی پورے نہیں کئے جو حضرت حسنؓ تو حضرت حسن، کے ساتھ شرائط صلح کے طور پر طے ہوئے تھے۔ حالانکہ اُنکا معاملہ حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ کے ساتھ بھی اس حد تک حسنِ سلوک اور رواداری کا تھا کہ اعلیٰ درجے کے حلم، تدبر اور کریم النفسی کے بغیر اُس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مثال کے لئے خود انہیں حضرات کی کتابوں میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ ایک مرتبہ یمن سے دمشق کو ایک سرکاری قافلہ بہت سا قیمتی سامان مثلاً یمنی چادریں، عنبر اور دیگر خوشبوئیات لے کر حسب معمول مدینے سے گزر رہا تھا۔ حضرت حسینؓ نے روک کر اُس کا تمام

مال اُتروا لیا اور حضرت معاویہؓ کو یہ خط لکھ کر بھیج دیا کہ "ایسا ایسا قافلہ جو دمشق میں تمہارے خزانے بھرنے اور تمہارے باپ کی اولاد کا سامان عیش بننے کے لئے جا رہا تھا میں نے اُسے روک کر اس کا مال لے لیا ہے کیونکہ مجھے ضرورت تھی[۳]۔" ہم یقین نہیں کر سکتے کہ حضرت حسینؓ نے ایسی نامناسب زبان اپنے خط میں استعمال فرمائی ہو گی۔ گمان غالب ہے کہ خط کو یہ زبان ان حضرات کی عطا کردہ ہے جو اس بات کے روادار نہیں کہ حضرت حسینؓ کو حضرت معاویہؓ کے ساتھ اس سے بہتر زبان میں مخاطب ہوتا ہوا دیکھیں۔ بہر حال ان حضرات کی روایت کے مطابق یہ خط حضرت حسینؓ نے حضرت معاویہؓ کو لکھا۔ اب دیکھئے کہ اس کا کیا اور کس انداز کا جواب حضرت معاویہؓ نے انہی حضرات کی روایت کے مطابق دیا:۔

"اللہ کے بندے معاویہ کی طرف سے حُسین بن علی کے نام۔ تمہارا خط ملا جس میں تم نے لکھا ہے کہ یمن سے آتا ہوا قافلہ روک کر اُس کا سامان تم نے لے لیا ہے۔ لیکن تمہیں یہ چاہیئے نہیں تھا جبکہ وہ میرے نام سے آرہا تھا۔ کیونکہ یہ حق صاحب حکومت (والی) کا ہے کہ مال اس کے ہاتھ میں آوے اور پھر وہی اس کو تقسیم کرے۔ اللہ جانتا ہے کہ اگر تم اس کو میرے پاس آنے دیتے تو میں اُس سے تمہارا حصہ دینے میں کوئی کمی نہ کرتا۔ لیکن بھتیجے! بات یہ ہے کہ تمہارے دماغ میں ذرا تیزی ہے۔ کاش کہ یہ بس میرے ہی زمانے تک رہے۔ کیونکہ میں تمہاری قدر و قیمت جانتا ہوں۔ اور ایسی باتوں سے در گزر کر لیتا ہوں۔ ڈر لگتا ہے کہ (بعد میں) تمہارا واسطہ کسی ایسے سے نہ پڑ جائے جو تمہیں کوئی چھوٹ دینے کو تیار نہ ہو"۔[۴]

اس چھوٹی سی خط و کتابت سے کیا کیا بات ثابت ہوتی ہے۔ اس وقت اس سب کے احاطہ کا موقع نہیں۔ صرف اتنی بات یہاں کہنا مقصود ہے کہ حضرت معاویہؓ کا یہ جواب دیکھ کر کسی ادنیٰ انصاف پسند کے لئے شبہ کی بھی گنجائش نہیں رہتی کہ وہ حضرات حسنین کے ساتھ پاس و لحاظ اور کریم النفسی کے سوا کوئی دوسرا معاملہ کرتے ہوں گے چہ جائیکہ وہ وعدے بھی پورے نہ کریں جس پر حضرت حسنؓ نے خلافت کی جنگ سے دستبرداری دی تھی۔

یہ دعویٰ (یا کہیئے کہ حضرت معاویہؓ پر بدعہدی کا الزام) یوں تو شیعہ حضرات کے یہاں عام ہے لیکن بہت تعجب اُس وقت ہوا جب اس مضمون کی تیاری کے سلسلے میں لکھنؤ کے شیعہ عالم جناب سید علی نقی (المعروف بہ نقن صاحب) کی تصنیف "شہید انسانیت" دیکھتے ہوئے اس دعویٰ کی دلیل میں تاریخ طبری کا حوالہ نظر سے گزرا یہ حوالہ جلد ۶ ص ۹۳ کا ہے۔[۵] طبریٰ کے اس مقام پر واقعتہً یہ الفاظ پائے جاتے ہیں کہ:

"فلم ینفذ للحسن علیہ السلام من الشروط شیئاً"

جن کا ترجمہ اگر کوئی چاہے تو بے شک ان الفاظ میں کر سکتا ہے کہ: "جتنی شرطیں کی گئیں تھیں۔ ان میں سے کوئی ایک بھی پوری نہیں کی گئی۔ لیکن اہلِ علم سے بعید ہے کہ وہ طبری کے اس جملے کا حوالہ اس مقصد کے لئے دیں کیونکہ اسی تاریخ طبری میں ایک صفحہ پہلے ص ۹۲ پر گزر چکا ہے کہ:۔

وقد صالح الحسن معاویۃ علیٰ ان جعل لہ ما فی بیت مالہ و خراج داراً بجرد وعلیٰ ان لا یُشتم علی وھو یسمع فاخذ ما فی بیت مالہ بالکوفۃ وکان فیہ خمسۃ آلاف الف۔

"اور حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ سے صلح اس شرط پر کی تھی کہ کوفے کے بیت المال میں جو کچھ ہے وہ اُن کا ہو گا نیز دار البجرد کا خراج ان کو ملا کرے گا اور ان کے سامنے حضرت علیؓ پر سب و شتم نہیں ہوا کرے گا پس انہوں نے وہ تمام رقم لے لی جو کوفے کے بیت المال میں تھی اور وہ پانچ کروڑ تھی۔" {۶}

اس کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ کوئی ایک شرط بھی پوری نہیں کی گئی۔

ایک صفحہ آگے چل کر یعنی ص ۹۳ پر طبری نے جن شرائط کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ پوری نہیں کی گئیں اُن کا قصہ دوسرا تھا۔ وہ یہ تھا کہ یہ شرائط جن کا اوپر ذکر آیا یہ تو وہ تھیں جو حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ سے صلح کی خواہش کرتے ہوئے ان کو لکھ کر بھیجی تھیں۔ ادھر حضرت معاویہؓ خود نہیں چاہتے تھے کہ مسلمانوں کے درمیان کشت و خون کا سلسلہ چلتا رہے۔ چنانچہ قبل اس کے کہ حضرت حسن کا مراسلہ ان تک پہنچے انہوں نے خود دو آدمی ایک سادہ کاغذ پر دستخط کر کے اس پیغام کے ساتھ بھیجے تھے کہ حسنؓ جو شرائط صلح چاہیں اس کاغذ پر لکھ دیں۔ مجھے منظور ہیں۔ چنانچہ حضرت حسنؓ نے اس کاغذ پر کچھ نئے شرائط بڑھا کر لکھ دیئے۔ یہ تھے وہ شرائط جن کے بارے میں طبری کی ص ۹۳ کی روایت بتا رہی ہے کہ:-

فاختلفا فی ذالک فلم ینفذ للحسن علیہ السلام۔ الخ

"ان شرائط کے بارے میں اختلاف ہوا اور ان میں سے کوئی شرط حضرت معاویہ نے پوری نہیں کی"۔

مولانا نقن صاحب نے اس پورے قصے کو قلم انداز فرما دیا۔ اور افسوس ہے کہ اسی ایک جگہ نہیں اور بھی بہت سی جگھوں پر موصوف نے اسی طرح کا معاملہ شیعہ مزعومات کو نباہنے کے لئے اپنی اس تصنیف میں کیا ہے جن میں سے بعض کا ذکر اپنے موقع پر آئے گا۔

بہر حال شرائط صلح پورے نہ کئے جانے کی بات بڑی ہی زیادتی ہے ایک شرط کے بالکل نقد ایفاء کا ذکر تو طبری کی مذکورہ بالا روایت میں آگیا۔ دوسری شرط دار البجرد کا خراج اس کے بارے میں طبری کے اندر کوئی مزید روایت نہیں ملتی۔ لیکن دوسرے ذرائع مثلاً ابن اثیر کی تاریخ کامل اور ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دار البجرد جس کا تعلق بصرہ کے مرکز سے تھا اس کے خراج والی شرط پر بصرہ کے لوگ معترض ہوئے کہ یہ خراج تو ہمارا حق ہے یہ کسی اور کو نہیں دیا جانا چاہیئے۔ ابن اثیر نے بس اتنی ہی بات بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے لیکن ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اس کے بدلے میں ان کو سالانہ ہر چھے ہزار کے بدلے میں ایک ہزار دینا منظور کیا جو حضرت حسنؓ اپنے حسین جبن حیات دمشق کے سالانہ سفر میں علاوہ دیگر عطیات و تحائف کے وصول فرماتے رہے۔ {۷} رہی تیسری شرط کہ (کم از کم) حضرت حسنؓ کی موجودگی میں حضرت علیؓ پر سب و شتم نہ کیا جائے۔ اس کے بارے میں ابن اثیر کا بیان ہے کہ یہ شرط پوری نہیں کی گئی {۸} اور تنہا یہ ایک بیان اس بات کا یقین دلانے کے لئے کافی ہے کہ ابنِ اثیر بھی اُنہی مورخین میں سے ہیں جن پر حضرت علی، حسن و حسین (رضی اللہ عنہم) اور حضرت معاویہؓ و یزید کے درمیان والے معاملات میں آنکھ بند کر کے اعتماد نہیں کیا جانا چاہیئے۔ کیونکہ یہ بیان اگر صداقت پر محمول کر لیا جائے تو ہمیں یہ ماننے کے لئے تیار ہونا پڑے گا کہ (معاذ اللہ) حضرت حسنؓ کو غیرت اور

عزت نفس کی کوئی ادنیٰ مقدار بھی دربارِ حق تعالیٰ سے عطا نہیں ہوئی تھی۔ ان کے والد ماجد کو حضرت معاویہؓ اور ان کے لوگ منہ پر برا بھلا کہتے تھے۔ اور حضرت حسنؓ اس کے باوجود کبھی ایک حرف شکایت بھی منہ پر لائے بغیر ہر سال دمشق جا کر مقررہ وظائف و تحائف انہی حضرت معاویہؓ کے ہاتھ سے وصول کیا کرتے تھے کیسے ممکن ہے کہ اتنی نامناسب بات، جو شرائط صلح کے بھی خلاف تھی۔ حضرت معاویہؓ اور ان کے حکام کے طرزِ عمل میں شامل رہے اور حضرت حسنؓ ۹-۱۰ سال تک اسے خاموشی سے برداشت ہی نہ کرتے رہیں بلکہ حضرت معاویہؓ کی خدمت میں سالانہ حاضری بھی دیتے رہیں اور اُن سے تحائف و وظائف لینا گوارا کرتے رہیں؟[9]

ابن اثیر ہی نے دارالبجرد کے خراج کے سلسلے میں اہلِ بصرہ کے اعتراض کی بابت یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اس میں خود حضرت معاویہؓ کا اشارہ بھی شامل تھا مگر اسکا کوئی ثبوت؟ نہ ثبوت ہے نہ حوالہ۔ حالانکہ اگر اس بیان میں کچھ واقعیت ہوتی تو نہ تو یہ ممکن تھا کہ حضرت حسنؓ کو مصالحت کے وقت سے لے کر اپنی وفات تک (۹-۱۰ سال کے عرصے میں) اس کا پتہ نہ چلتا جبکہ بصرہ بھی کوفے کی طرح آپ کی اور آپ کے والد ماجد کی عملداری کا حصہ رہا تھا اور نہ ہی یہ بات قابلِ تصور ہے کہ سب کچھ جانتے بوجھتے آپ چھ ہزار سالانہ کی جگہ ایک ہزار سالانہ پر خاموشی سے راضی رہتے۔ اور حضرت حسنؓ کے بارے میں اگر کسی طرح اُنکی نرم طبیعت وغیرہ کے حوالے سے شرائط صلح کی یہ سب مبینہ کھلی اور چھپی خلاف ورزیاں قابلِ تحمل بھی مان لی جائیں تو حضرت حسینؓ کے بارے میں یہ تصور قطعی طور پر ناقابلِ قبول ہے۔ اُن کا مزاج بالکل مختلف تھا۔ وہ سرے سے صلح کے ہی روادار نہ تھے بس حضرت حسنؓ کے فیصلے سے مجبور ہو گئے تھے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ:-

"جب خلافت حضرت حسنؓ کے ہاتھ میں آئی اور انہوں نے مصالحت کا فیصلہ کیا تو حضرت حسینؓ کو یہ فیصلہ بہت شاق گزرا۔ وہ اپنے بھائی کی رائے کو بالکل صحیح نہیں سمجھتے تھے اور مُصر تھے کہ اہلِ شام سے قتال جاری رہے۔ (اُن کا اصرار اور صلح کی مخالفت یہاں تک تھی کہ) حضرت حسنؓ کو کہنا پڑا کہ میں سوچتا ہوں کہ تمہیں گھر میں بند کر دوں اور جب تک مصالحت کی کارروائی سے پوری طرح فارغ نہ ہو جاؤں باہر نہ نکالوں"۔ [10]

ایک روایت میں اس اختلاف رائے کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت حسینؓ نے صلح کی بات سن کر حضرت حسنؓ سے کہا کہ "میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ اپنے باپ کو جھوٹا اور معاویہؓ کو سچا مت ٹھہرایئے اس پر حضرت حسنؓ نے یہ کہہ کر اُن کو خاموش کیا کہ میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔" [11]

الغرض حضرت حسینؓ کا مزاج بالکل مختلف تھا۔ اُن کے لئے کسی بھی طرح نہیں سوچا جا سکتا کہ وہ ایسے حالات و معاملات کے ہوتے ہوئے حضرت معاویہ کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنا گوارا کر سکتے تھے۔ حالانکہ اسی البدایہ و النہایہ میں مذکورہ بالا بیان کے بعد مذکور ہے کہ:-

"حسنؓ کا یہ رویہ دیکھ کر حسینؓ نے خاموشی اور موافقت اختیار کر لی اور پھر جب خلافت کی باگ ڈور پوری طرح معاویہؓ کے ہاتھ میں آگئی تو اپنے بھائی حسنؓ کے ساتھ حسینؓ بھی معاویہؓ کے پاس آتے جاتے تھے اور معاویہ دونوں کا غیر معمولی اکرام فرماتے تھے۔ مرحباً و اہلاً سے استقبال فرماتے اور بڑے بڑے عطیات دیتے"۔ [12]

حتیٰ کہ حضرت حسنؓ کا انتقال (۵۰ھ میں) ہو گیا تب بھی حضرت حسینؓ نے حضرت معاویہؓ کے پاس سالانہ

تشریف بَری کا معمول تن تنہا ہی قائم رکھا"۔[۱۳]

الغرض حضرت معاویہؓ اور حضرات حسنینؓ کے درمیان جو حُسن تعلق کی صورت اور بالخصوص حضرت معاویہؓ کی طرف سے اکرام و عطا کی جو روش ان کی خلافت کے پورے عرصے میں برقرار رہی وہ نہ صرف اس الزام کی قطعی تردید کرتی ہے کہ حضرت معاویہؓ نے شرائط صلح کا احترام نہیں کیا تھا بلکہ اُن بیانات کے لئے ایک تصدیق بھی فراہم کرتی ہے جو حضرت معاویہؓ کے حلم و عفو اور داد و دہش کے غیر معمولی اوصاف کے سلسلے میں مورخین کے یہاں ملتے ہیں۔[۱۴]

اہلِ کوفہ:-

حضرت معاویہؓ کا بیس سالہ پُرامن و پُرسکون دور ختم ہوتے ہی واقعۂ کربلا جیسا سانحہ وجود میں آ گیا۔ اسی تحقیق کے سلسلے میں اہلِ کوفہ کے مزاج و کردار کی خصوصیات کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے۔

کوفہ کی بنیاد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت سعد بن وقاصؓ کے ہاتھوں سے پڑی تھی۔ وہ مختلف عرب قبائل جو عراق کے محاذ پر مصروف جہاد تھے۔ انہی کے خاندانوں سے یہ نیا شہر آباد کیا گیا اور اس طرح یہ مسلمانوں کی سب سے بڑی چھاؤنی اور اُن کی جنگی طاقت کا مرکز بن گیا لیکن اس خصوصیت کے ساتھ اس شہر کی یہ خصوصیت بھی رہی کہ اس کے شہریوں میں بڑی تلون مزاجی اور بے سرے پن کی سی کیفیت پائی جاتی تھی۔ اپنے حکام سے بےحد جلدی ناراض ہو جاتے اور مرکز سے شکایتیں کر کے نئے حاکم کا مطالبہ کرنے لگتے تھے۔ یہ حال حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں رہا۔ حضرت علیؓ کا زمانہ آیا تو آپ نے مدینہ چھوڑ کر اسی شہر کوفہ کو مرکز خلافت بنایا اور یہیں کے لوگوں پر اُن کی طاقت کا اصل انحصار ٹھہرا۔ مگر ایک سال بھی نہیں گزرنے پایا کہ اُن کی تلون مزاجی، انتشار پسندی اور بے استقامی ایسا رنگ دکھانے لگی کہ حضرت علیؓ نے اپنا باقی وقت اُن کے ساتھ رو رو کر پورا کیا۔ آپ کے اُس دور کے خطبوں میں بار بار ایسے جملے ملتے ہیں کہ: "سب سے بڑا دھوکہ کھانے والا وہ ہے جس نے تم پر اعتماد کر لیا"۔

ایک خطبہ میں ہے:-

ايها الفرقة التى اذا امرتُ لم تطع واذا دعوت لم تجب ان أمهلتم خضتم وان حوربتم خرتم وان اجتمع الناس على امام طعنتم۔۔۔ لا ابالغير كم۔[۱۵]

"اے وہ گروہ کہ جب بھی میں نے کسی بات کا حکم دیا اُس نے نافرمانی کی اور جب کسی کام کی طرف بلایا لبیک نہ کہی۔ ذرا مہلت مل جاتی ہے تو فضولیات میں لگ جاتے ہو۔ اور جب دشمن حملہ آور ہو تو بزدلی دکھاتے ہو۔ اور جب لوگ کسی امام پر جمع ہو جائیں تو تم کیڑے نکالتے ہو۔ ہائے افسوس تم پر"۔

یہی لوگ تھے کہ حضرت علیؓ کی زندگی میں جنگ سے جی چراتے اور آپ کے احکام سے سرتابی کرتے رہے اور جب حضرت حسنؓ نے مصالحت کی تو اُن کے خیمے پہ حملہ کر دیا۔ سامان بھی لوٹا اور زخم بھی لگایا۔[۱۶] ظاہر ہے کہ ان لوگوں کا حضرت معاویہؓ کے ساتھ کیسے گزارا ہو سکتا تھا۔ چنانچہ حضرت معاویہؓ کے حلم نے اگر کہیں جواب دیا تو یہ

کوفے والوں ہی کے ساتھ ہوا۔

الغرض اس امن و امان اور اسلامی جمعیت کی بحالی کے دور میں اگر کہیں سے کچھ خلفشار پیدا کرنے کی خواہش اور جستجو ہوتی رہی تو وہ کوفے ہی کی سرزمین سے تھی۔ حضرت حسینؓ کے متعلق ان لوگوں کو معلوم تھا کہ وہ مصالحت سے خوش نہ تھے۔ بس حضرت حسنؓ کے دباؤ سے مجبور ہو گئے تھے۔ جیسا کہ اس سلسلے میں اوپر تاریخی بیان گزر چکا ہے۔ حضرت حسنؓ کی وفات کے بعد ان لوگوں نے سمجھا کہ اب حضرت حسینؓ کو آمادہ جنگ کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ چنانچہ البدایہ والنہایہ کی روایت کے مطابق:۔

وقدم المسیب بن عتبہ الفزاری فی عدة معہ الحسین بعد وفاة الحسن فدعوہ الیٰ خلع معاویہ۔ [۱۷]

"مسیب بن عتبہ فزاری حضرت حسنؓ کی وفات کے بعد مع اور کئی آدمیوں کے حضرت حسینؓ کے پاس آیا اور ان لوگوں نے آپ کو حضرت معاویہؓ کی بیعت توڑنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔"

پھر یزید کے لئے ولی عہدی کی بیعت کا قصہ کھڑا ہوا۔ تب ان لوگوں نے از سر نو یہی کوشش کی۔

لما بایع الناس معاویۃ لیزید کان حسین ممن لم یبایع لہ وکان اھل الکوفۃ یکتبون الیہ یدعونہ الی الخروج الیھم فی خلافۃ معاویۃ۔ [۱۸]

"جب لوگوں نے (عام طور پر) یزید کے لئے حضرت معاویہؓ سے بیعت کر لی تو حضرت حسینؓ ان لوگوں میں تھے جنہوں نے نہیں کی اور (اسی بنا پر) اہلِ کوفہ حضرت معاویہؓ کے زمانے میں حضرت حسین کو لکھتے رہے تھے کہ (مدینے سے نکل کر) ان کے پاس آجائیں"۔

آگے ابن کثیر لکھتے ہیں:۔

کل ذالک یأبیٰ علیھم [۱۹]

"حضرت حسینؓ نے ہر بار ہی ان کی اس بات کو قبول کرنے سے انکار کیا"۔

حضرت حسینؓ کی رائے:۔

لیکن حضرت حسینؓ کے اس انکار سے یہ سمجھ لینے کی گنجائش نہیں ہے کہ آپ کی اُس رائے میں تبدیلی آگئی تھی۔ جس رائے کی بناء پر آپ نے اپنے برادر بزرگ حضرت حسنؓ کی صالحت پسندی سے اختلاف فرمایا تھا۔ بلکہ دوسرے تاریخی بیانات کی روشنی میں نظر آتا ہے کہ آپ کی رائے میں تو کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ البتہ جو بیعت آپ حضرت حسنؓ کے ساتھ حضرت معاویہؓ سے کر چکے تھے یا تو اس کا احترام آپ کو کسی ایسے اقدام سے مانع تھا جس کی طرف اہلِ کوفہ بلاتے تھے۔ یا مصلحت نہیں معلوم ہوتی تھی کہ ایسا اقدام کیا جائے۔ تاریخ کے بیانات سے دونوں ہی امکانات سامنے آتے ہیں۔ البدایہ والنہایہ میں ہے کہ جب کوفیوں نے حضرت حسینؓ کے پاس فتنہ انگیز آمد و رفت شروع کی تو مدینے کے گورنر حضرت مروانؓ نے حضرت معاویہؓ کو اس کی اطلاع دیتے ہوئے خطرات کی پیش بندی کی طرف توجہ دلائی۔ اس پر حضرت معاویہؓ نے حضرت حسینؓ کو لکھا کہ:۔

ان من اعطیٰ اللہ صفقتہ یمینہ وعہدہ لجدیر بالوفاء وقد انبئت ان قوماً من اھل الکوفہ

قد دعوک ولی الشقاق اهل العراق من قد جربت قد افسداً و علیٰ ابیک و اٰخیک فاتق الله واذکر المیثاق فانک متی تکدنی اکدک۔[20]

"جس شخص نے اللہ کو قول و قرار دیا ہو اس کو لائق ہے کہ وفائے عہد کرے۔ مجھے اطلاع دی گئی ہے کہ کوفے کے کچھ لوگوں نے تمہیں فتنہ آرائی کی دعوت دی ہے حالانکہ یہ اہلِ عراق وہ ہیں جن کو تم خوب جانتے ہو کہ انہوں نے تمہارے باپ اور بھائی کو کس فساد میں ڈالا بس اللہ سے ڈرو، عہد یاد رکھو اور یہ کہ اگر تم نے میرے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو میں بھی اٹھاؤں گا۔"

اس خط پر حضرت حسینؓ کا جواب یہ نقل کیا گیا ہے کہ:۔

اتانی کتابک وانا بغیر الذی بلغک عنی جدیر والحسنات لا یهدی لها الا الله وما اردت لک محاربۃً ولا علیک خلافاً وما اظن لی عندالله عذراً فی ترک جهادک وما اعلم فتنۃً اعظم من ولایتک امر هذاه الأمتہ۔[21]

"میرے متعلق معلوم ہوا ہے اور بس اللہ کا فضل ہے کہ جس کے سوا نیکیوں کی ہدایت دینے والا اور کوئی نہیں۔ میں تمہارے خلاف کسی محاذ آرائی اور مخالفت کا ارادہ نہیں رکھتا ہوں۔ اگرچہ میں نہیں جانتا کہ تمہارے خلاف جہاد نہ کرنے کے لئے میرے پاس اللہ کے سامنے کیا عذر ہوگا۔ اور میں نہیں جانتا کہ اس سے بڑھ کر فتنہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ تمہارے ہاتھ میں اس امت کی سربراہی ہو۔"

اس جواب کے سخت لہجے کے باوجود یہی اندازہ ہوتا ہے۔ خاص کر پہلے فقرے کی روشنی میں کہ حضرت حسینؓ کے لئے اصلاً یہی بیعت مانع تھی۔ اور اس کو توڑ ڈالنے کا خیال آپ نے اپنے آپ سے بعید اور اپنے لئے نازیبا قرار دیا تھا۔ لیکن کوئی شخص آخری فقروں کا سہارا لے کر کہنا چاہے تو کہہ سکتا ہے کہ بیعت کا خیال مانع نہیں تھا بلکہ بات مصلحت وقت کی تھی جو مانع ہو رہی تھی۔ یعنی حضرت معاویہؓ کے اقتدار کے استحکام کو دیکھتے ہوئے کسی مخالف اقدام کی کامیابی کا امکان نظر نہیں آتا تھا۔ اور شیعہ حضرات یہی کہتے ہیں کیونکہ وہ تو سرے سے بیعت ہی کا انکار کرنا چاہتے ہیں۔ حیاۃ الامام الحسین (عربی) جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ کے شیعہ مصنف باقر شریف القرشی لکھتے ہیں کہ:۔

ولم یکن من رائی الامام الخروج علیٰ معاویتہ وذالک لعلمہ بفثل الثورة وعدم نجاحها۔[22]

"امام (حسینؓ) کی رائے میں معاویہ کے خلاف خروج مناسب نہیں تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ کامیابی نہیں ہوگی۔"

اس کے بعد الاخبار الطوال (ص ۲۰۳) اور انساب الاشراف (ج اق ا) کے حوالے سے آپ کا یہ خط بھی نقل کیا ہے جو اہلِ کوفہ کی طرف سے خروج کی دعوت کے جواب میں لکھا گیا تھا:۔

------ واما انافلیس رائی الیوم ذالک، فالصقوارحمکم الله بالارض واکمتوافی البیوت واحترسو امن الظنہ مادام معاویتہ حیاً فان یحدث الله بہ حدثاً وانا حی کتبت الیکم برائیی۔[23]

"اور جہاں تک میرا تعلق ہے تو فی الحال میری رائے اس کی (خروج کی) نہیں ہے۔ پس تم لوگ جب تک کہ معاویہ زندہ ہیں زمین سے چپکے رہو۔ گھروں میں قرار پکڑو اور کسی طرح کے شک و شبہ کا ماحول مت پیدا کرو۔ ہاں اگر معاویہ کو کچھ ہو گیا اور میں اُس وقت زندہ ہوا تو میں تمہیں اپنی رائے سے آگاہ کروں گا۔"

اس خط کا انداز بظاہر اُن لوگوں کی تائید میں جارہا ہے جو سمجھتے ہیں کہ حضرت حسینؓ کا عدم خروج بر بنائے حالات و احتیاط تھا۔ نہ کہ اُس بیعت کے احترام میں جو آپ نے حضرت حسنؓ کے ساتھ حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر کی تھی۔

بہر حال جو بھی واقعہ ہو اس بات میں شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ حضرت حسینؓ کا یہ رویہ بس حضرت معاویہؓ کی زندگی تک کے لئے تھا۔ حضرت معاویہؓ نے اپنے بعد کے لئے جب بطور ولی عہد اپنے بیٹے یزید کا تقرر کیا اور چاہا کہ لوگ اسے قبول کر لیں تو حضرت حسینؓ کا اس کو قبول کرنے اور یزید کے بطور ولی عہد بیعت کرنے سے انکار اسی بات کی ایک علامت تھی کہ وہ اپنے آپ کو آئندہ کسی اقدام کے لئے آزاد رکھنا چاہتے تھے۔ اور اس میں کچھ نہ کچھ دخل کوفیوں کا بلاشبہ تھا۔

حاشیے

۱۔ باقی چار کے نام ہیں۔ حضرت عمرو بن العاص، مغیرہ بن شعبہ، قیس بن سعد اور عبداللہ بن بُدیل ان میں سے (۱) حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھے۔ (۲) غیر جانبدار (۳) (۴) حضرت علیؓ کے ساتھ طبری ج ۳ جزو ۲ ص ۹۳۔

۲۔ البدایۃ والنہایہ ج ۸ ص ۱۲۹۔

۳۔ حیات الامام حسین بن علیؓ۔ از باقر شریف القرشی مطبوعۃ مؤسسۃ الوفاء بیروت ج ۲ ص ۲۳۲ نیز مقتل الحسین از عبدالرزاق الموسوی المقرم مطبوعہ دارالکتب اسلامی بیروت حاشیہ ص ۱۷۳ بحوالہ شرح نہج البلاغہ لابن حدید ج ۴ ص ۳۲۷ طبع اول احتیاطاً خط کے عربی الفاظ کو بھی یہاں پڑھ لیجئے:۔

من الحسن بن علی الی معاویۃ بن ابی سفیان اما بعد: فان عیراً مرت بنا من الیمن تحمل مالاً وحللاً و عنبراً وطیباً الیک، لتودعها خزائن دمشق وتعل بها بعد النھل بنی ابیک، وانی احتجت الیها فاخذتها۔" والسلام۔

۴۔ حوالۂ سابق۔

۵۔ شہید انسانیت ص ۲۴-۲۳ سید العلماء اکادمی لکھنؤ۔

۶۔ شہر کا نام ہے۔ سیر الصحابہ مطبوعہ دارالمصنفین اعظم گڑھ میں اسی شہر کا نام اہواز لکھا گیا ہے۔

۷۔ فعوضہ معاویۃ عن کل سنتہ آلاف الف درھم فی کل عام فلم یزل یتناول مع مالہ فی کل زیارۃ من الجوائزو التحف الی ان توفی۔

البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۴۵ (اس عبارت کے مذکورہ بالا ترجمے پر مجھے پورا اطمینان نہیں ہے۔ احتیاط کا پہلو رکھ کر وہ ترجمہ کیا گیا ہے۔ ع)

۸- ج ۳ ص ۲۰۳ مطبوعہ دالفکر بیروت ۱۹۸۷ء-

۹- صلح ۴۱ھ میں ہوئی اور حضرت حسنؓ کی وفات ۵۰ھ میں-

۱۰- البدیۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۶۳-

۱۱- ابن اثیر ج ۳ ص ۲۰۳-

۱۲- البدایۃ النہایۃ ج ۸ ص ۱۶۳-

۱۳- ولما توفی الحسن کان الحسین یفدالی معاویہ فی کل عام فیعطیہ ویکرمہ

حوالہ سابق-

۱۴- مثلاً حضرت علیؓ کے دست راست حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے جو طبری نے نقل کیا ہے کہ "میں نے حکومت کے لئے معاویہؓ سے بڑھ کر موزوں آدمی نہیں دیکھا کہ لوگوں کے ساتھ بے حد کشادہ دلی کا برتاؤ کرتے تھے"- (ج ۲ ص ۱۸۸) یا خود حضرت معاویہؓ کا قول اپنے بارے میں جو حلم و عفو کی ایک آزمائش کے موقع پر ان کی زبان پر آیا کہ "مجھے گوارا نہیں کہ کوئی خطا میرے عفو سے بڑھ جائے- اور کوئی جہالت میرے حلم سے یا کسی کی کوئی کمزوری ایسی بھی ہو جائے جس کی میں پردہ داری نہ کر سکوں- اور کسی کی بدسلوکی ایسی جس کا جواب میں حسنِ سلوک سے نہ دے سکوں"- (ایضاً ص ۱۸۷) ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ ج ۸ میں پورے ایک صفحے (۱۴۸) پر حضرت معاویہؓ کے انہی اوصاف میں متعدد بیانات اور واقعات نقل کئے ہیں اور اپنے طور پر ان الفاظ میں ان کی ثناء بیان کی ہے کہ: یعنی

انہ کان جید السیرۃ حسن التجاوز جمیل العفو کثیر السترحمہ اللہ-

مختصر یہ کہ وہ عمدہ سیرت کے مالک، نہایت اعلیٰ عفو و درگزر کرنے والے اور عیوب کی بہت ہی پردہ داری کرنے والے تھے- (ج ۸ ص ۱۲۷)

۱۵- نہج البلاغہ ج ۲ ص ۱۰۰ (دارالمعرفتہ)-

۱۶- طبری ج ۶ ص ۹۳ ابن اثیر ج ۳ ص ۲۰۳-

۱۷- ج ۸ ص ۱۷۵-

۱۸- البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۷۵-

۱۹- ایضاً-

۲۰- ج ۸ ص ۱۷۵-

۲۱- ایضاً

۲۲- حیاۃ الامام حسین ج ۲ ص ۲۳۰-

۲۳- حیاۃ الامام حسین ج ۲ ص ۲۳۰-